بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنبیہ:: آپ کو اس فائل میں کتاب کے شروع سے لے کر باب فی الصلاۃ علی النبی تک کے نوٹس ملیں گے،، کسی وجہ سے درمیان میں آنے والی دو فصلیں نہیں لکھیں،، ابھی ایمرجنسی میں فائل بنائی ہے،، ان شاء اللہ عزوجل پیپروں کے بعد سالانہ پیپروں کی تیاری کے لیے وہ فصلیں اور مزید اسباق لکھ کر نئی فائل بنادی جائے گی۔۔۔ اگر کوئی غلطی ملے تو ضرور اطلاع فرمائیں۔۔۔۔

اگر آپ مندرجہ ذیل کتب کے ہمارے لکھے نوٹس لینا چاہتے ہیں تو نیچے دیے گئے نمبر پہ رابطہ فرمائیں۔۔۔۔

(1)شرح وقایہ((ششماہی ثانی)) (2)حامی((باب القیاس))

(3)تیسیر مصطلح الحدیث (4)القصائد المنتخبہ (5)فقہ السیرہ

(6)النور المبین (7)منہاج العابدین (8)تفسیر بیضاوی

(9)ہدایہ

فون نمبر:: 03238599095

محمد صائم عطاری

درجہ سادسہ

مرکزی جامعۃ المدینہ گجرات

((باب صفۃ الصلوۃ))

سوال:::

رفع الیدین کے حوالے سے احناف اور شوافع کا کیا مؤقف ہے؟؟؟

جواب:::

احناف کے نزدیک رفع الیدین نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ منسوخ ہے جبکہ شوافع کے نزدیک نماز میں رفع الیدین کیا جائے گا۔۔۔

سوال:::

رفع الیدین کے حوالے شوافع کے دلائل تحریر کریں۔۔۔

جواب:::

(1)حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو یوں ہی کرتے،

اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یوں ہی کرتے، اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو یوں نہ کرتے ((یعنی رفع الیدین نہ کرتے))۔۔۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ((جس طرح پہلی تکبیر کے وقت اٹھایا تھا)) اور ""سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد"" کہتے۔۔۔۔

((آئمہ محدثین نے مختلف الفاظ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے))۔۔۔۔۔۔

(2) حضرت حاکم نے طاؤس بن کیسان کی روایت سے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے۔۔۔۔

(3) سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے وقت، رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے۔۔۔۔۔۔

سوال:::

رفع الیدین نہ کرنے کے حوالے سے احناف کے دلائل تحریر کریں۔۔۔

جواب:::

(1)حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا""کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟؟؟پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کیا۔۔۔۔

((سنن ابی داؤد،کتاب الصلاۃ))

(2)حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھایا اور پھر دوبارہ اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے۔۔۔۔۔

((جامع الاصول،،سنن ابی داؤد))

(3) اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے پھر نہیں اٹھائے۔۔۔۔

((رواہ الطحاوی والبیہقی))

(4) عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔۔۔۔

((شرح معانی الآثار))

(5) امام مالک اپنی مؤطا میں فرماتے ہیں ""سنت یہ ہے کہ مرد نماز میں جب جب جھکے، جب جب سر اٹھائے، جب جب سجدے میں جائے اور جب جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے اور رفع الیدین وہ نماز کے شروع میں ایک دفعہ کرے اس کے بعد نہ کرے۔۔۔۔

((مؤطا امام مالک))

(6) مجاھد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا،، ظاہر ہے کہ پہلے وہ رفع الیدین کیا کرتے تھے اور جب ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا واضح ہو گیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔۔ اور حضرت ابن عمر تو رفع الیدین والی حدیث کے راوی تھے تو ان کا رفع الیدین نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اس کی روایت پہ عمل کرنا منسوخ ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

(7) مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیس سال خدمت کی لیکن میں نے انہیں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔

((النھایۃ))

(8) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام محض نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔۔۔۔

((بدائع الصنائع))

(9)حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور وہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کررہا تھا،، پس جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا::: یہ نہ کرو،، پس بے شک اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا لیکن چھوڑ دیا۔۔۔۔

((النھایۃ))

سوال:::

رفع الیدین کے حوالے سے امام اوزاعی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا مناظرہ لکھیں۔۔۔

جواب:::

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ مکہ میں ""دار حناطین"" کے مقام پہ جمع ہوئے تو امام اوزاعی نے کہا تم لوگوں کو کیا ہے کہ تم رکوع کرتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے ؟؟؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا ""کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلے میں کچھ ثابت نہیں""۔۔۔ پس امام اوزاعی نے فرمایا کیسے ثابت نہیں؟؟؟ مجھ سے امام زہری نے بیان کیا، انہوں نے سالم سے نقل کیا، سالم نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔۔۔

امام اعظم نے فرمایا مجھ سے حماد نے بیان کیا، حماد نے ابراھیم سے نقل کیا، ابراھیم نے علقمہ اور اسود سے نقل کیا اور ان دونوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔۔۔۔

امام اوزاعی کہنے لگے کہ میں آپ کو عن زھری عن سالم عن ابیہ کے طریق سے روایت کر رہا ہوں اور تم مجھے حماد عن ابراھیم عن علقمہ کے طریق سے روایت کر رہے ہو یعنی میری اسناد تمہاری سند سے عالی ہے۔۔۔

امام اعظم فرمانے لگے حماد زھری سے زیادہ فقیہ ہیں،، ابراھیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ بھی فقہ میں کسی طرح حضرت ابن عمر سے کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہے اور اسود بھی اسی طرح ہیں،، اور عبداللہ تو پھر عبداللہ ہیں یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کا فقہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت میں کیا مقام تھا وہ آپ جانتے ہیں۔۔۔

پس امام اعظم راویوں کے زیادہ فقیہ ہونے کی وجہ سے ترجیح پا گئے جس طرح امام اوزاعی کو سند کے عالی ہونے کی وجہ سے ترجیح حاصل ہوئی۔۔۔۔۔

((الموضع الثانی فی وضع الیمنی علی الیسری تحت السرۃ))

سوال:::

احناف کے نزدیک نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کی کیا کیفیت ہے؟؟؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں۔۔۔

جواب:::

احناف کے نزدیک حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں گے اس حال میں کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ہو گا۔۔۔۔۔

دلائل:::

پہلے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھنے کے دلائل ملاحظہ کریں۔۔۔

حضرت سہل بن سعد کا کہنا ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا تھا کہ وہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھیں۔۔۔۔

((جامع الاصول،، صحیح بخاری،، موطا امام مالک))

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پہ رکھا،، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور ان کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھ دیا۔۔۔۔

((جامع الاصول،، سنن ابی داؤد))

ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنے پہ دلائل:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے""سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو ((بائیں ہاتھ پہ)) ناف کے نیچے رکھا جائے۔۔۔۔

((الھدایہ))

مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے اور یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں""نماز میں ((دائیں)) ہتھیلی کو ((بائیں)) ہتھیلی پہ رکھنا سنت ہے۔۔۔۔

سوال:::

امام مالک کا قیام میں ہاتھ باندھنے کے حوالے سے کیا مذہب ہے؟؟؟

جواب:::

امام مالک کے نزدیک عزیمت یہ ہے کہ حالت قیام میں دونوں ہاتھوں کو لٹکایا جائے اور رخصت یہ ہے کہ ہاتھوں کو باندھ لیا جائے،، لیکن

اس بات کی دلیل کہیں بھی نہیں ہے،، جامع الاصول، موطا امام مالک، الجامع الکبیر وغیرہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس سے امام مالک کا مؤقف ثابت ہوتا ہے،، سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ""رسالہ ابن ابی زید"" جو کہ امام مالک کے مذہب کے بارے میں لکھا گیا اس میں بھی اس کی کوئی دلیل نہیں۔۔۔۔۔

سوال:::

جب فتح المنان کے مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مالکی فقہاء سے نماز ہاتھ باندھنے والے مسئلہ پہ بحث ہوئی تو انہوں نے کیا دلیل دی؟؟؟ نیز شیخ صاحب نے اس کا کیا رد کیا؟؟؟

جواب:::

جب شیخ صاحب نے مالکی فقہاء سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا""ہاتھ باندھنا ظاہری طور پر ادب اور عاجزی کی علامت ہے اور اگر اس وقت ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی یہ والی حالت نہ ہو

تو یہ کذب اور نفاق کے مشابہ ہو جایے گا اس لیے نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنی چاہیے۔۔۔۔

شیخ صاحب نے ان کے جواب میں فرمایا"" آپ لوگوں کی یہ بات ہاتھ باندھنے کا تقاضا کرتی ہے،، کیونکہ نماز اعمال ظاہرہ میں سے ہے تو باطن کی اصلاح کی امید کرتے ہوئے اعمال ظاہرہ کی اصلاح کی جائے کہ شاید اس کی وجہ سے ہمارا باطن بھی صحیح ہو جائے۔۔۔۔۔

یہ دلیل سن کر مالکی فقہاء چپ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک ہاتھ باندھنا بھی جائز ہے۔۔۔۔۔۔

سوال:::

امام شافعی کا ہاتھ باندھنے کے حوالے سے کیا مؤقف ہے؟؟؟

جواب:::

امام شافعی کے نزدیک سینے کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں گے اور اس معاملے میں وہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں کیا،، اس کے علاوہ شوافع نے "" فصل

لربک وانحر""پہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر نقل کی ہے جس میں ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے مراد ((نماز میں)) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ سینے کے نیچے رکھنا ہے۔۔۔۔۔۔

لیکن شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس آیت کی یہ تفسیر مراد نہیں ہے جو شوافع نے نقل کی لہذا ثابت یہی ہوا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔۔۔۔۔۔

سوال:::

امام احمد بن حنبل کا ہاتھ باندھنے کے حوالے سے کیا مؤقف ہے؟؟؟

جواب:::

ان کے نزدیک احناف کی طرح ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا جائے گا۔۔۔۔

لیکن""کتاب الخرقی""میں امام احمد سے تین روایات نقل کی گئی ہیں:::

(1) ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں،، دلیل وہی ہے جو احناف کی ہے۔۔۔۔۔

(2)ہاتھ سینے کے نیچے باندھنے چاہئیں۔۔۔دلیل یہ ہے کہ قبیصہ بن ھلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سینے پہ رکھتے تھے۔۔۔۔۔

(3)نمازی کو اختیار ہے جو مرضی کرے،،چاہے ہاتھ سینے کے نیچے باندھے یاناف کے نیچے،،دونوں طریقے جائز ہیں۔۔۔۔۔

((الموضع الثالث))

((فی تعدیل الارکان والطمانینۃفی الرکوع السجودورعایۃ القومۃفی الرکوع والجلسۃفی السجود))

سوال:::

نماز میں تعدیل ارکان اور اطمینان کے حوالے سے آئمہ کرام کا کیا مؤقف ہے؟؟؟اختلاف آئمہ مع دلائل تفصیل سے بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

نماز میں تعدیل ارکان اور اطمینان کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو چھوڑنے پہ وعید آئی ہے،، لیکن ان کے حکم میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔۔۔۔

آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ نماز میں اطمینان اور تعدیل ارکان فرض ہیں،، دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ایک شخص تعدیل ارکان کی رعایت کیے بغیر نماز ادا کر رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا"" واپس جا کر نماز پڑھو بے شک تم نے نماز نہیں پڑھی"" یوں تین دفعہ ہوا ((یعنی وہ تین دفعہ نماز پڑھ کر آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تین دفعہ واپس بھیجا کہ دوبارہ نماز پڑھو))۔۔۔۔

طرفین ((یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد)) کے نزدیک امام کرخی کی تخریج کے مطابق تعدیل ارکان واجب ہے جبکہ جرجانی کی تحقیق کے مطابق سنت ہے۔۔۔

اب اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور طرفین کا اختلاف ہو گیا ہے تو شیخ ابن ہمام نے اس کو ختم کرنے کے لیے امام ابو یوسف کے قول کو فرض عملی پہ محمول کیا ہے اور یہ فرض عملی واجب کو بھی شامل ہے لہذا اختلاف ختم ہوا۔۔۔۔۔

طرفین اپنے مؤقف میں دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ""ارکعوا واسجدوا"" سے مراد رکوع کرنا اور سجدہ کرنا ہے اور رکوع محض جھکنے سے اور سجدہ محض زمین پہ سر رکھنے سے ادا ہو جائے گا،، یعنی اتنی سی مقدار سے فرض ادا ہو جائے گا،، رکوع و سجود میں زیادتی کرنا((یعنی تعدیل ارکان وغیرہ کی رعایت کرنا)) خبر واحد سے ثابت ہے اور واجب ہے،، اگر ہم تعدیل ارکان کو رکوع و سجود میں فرض قرار دیں تو خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پہ زیادتی ہو جائے گی جو کہ جائز نہیں لہذا ثابت ہوا کہ تعدیل ارکان فرض نہیں بلکہ واجب ہے اگر تعدیل ارکان کا لحاظ کرنا فرض ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو بار بار فرض چھوڑنے نہ دیتے بلکہ پہلی دفعہ ہی اسے منع کر دیتے لہذا ثابت ہوا تعدیل ارکان کی رعایت کرنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے،، اس کو چھوڑنے سے فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن نماز ناقص ہو گی اور نمازی گنہگار ہو گا۔۔۔۔۔

سوال:::

قومہ اور جلسہ کے بارے میں طرفین کا کیا مؤقف ہے ؟؟؟

جواب::::

طرفین کے نزدیک قومہ اور جلسہ سنت ہے،،ان کا کہنا ہے کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونا مقصود لذاتہ نہیں ہے لہذا رکوع سے سر اٹھا کر کھڑا ہونا واجب نہیں کیونکہ وہیں سے سر اٹھائے بغیر سجدے میں جانا ممکن ہے،، لیکن سجدے میں سر اٹھائے بغیر دوسرا سجدہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر سجدے میں بھی ایسی صورت بنتی ہو یعنی سر اٹھائے بغیر دوسرا سجدہ کرنا ہو تو بھی جائز ہے مثلا اگر کسی نے تختی پہ سجدہ کیا اور پھر وہ تختی ہٹا دی گئی تو وہیں سے دوسرا سجدہ اس نے زمین پہ کر لیا تو یہ سجدہ جائز ہوگا کیونکہ سر اٹھانا واجب نہیں۔۔۔ نتیجہ یہ کہ نماز میں قومہ اور جلسہ سنت ہیں۔۔۔۔

امام اعظم سے ایک روایت یوں بھی مروی ہے کہ نماز میں رکوع سے سر اٹھانا فرض ہے مکمل سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔۔۔۔۔

((الموضع الرابع))

((فی کیفیۃ قعدۃ التشہد))

سوال:::

تشہد میں بیٹھنے کی کیا کیفیت ہو گی؟؟؟اختلاف آئمہ کے ساتھ بیان کریں۔۔۔۔۔

جواب:::

اس مسئلہ میں چاروں آئمہ کرام کا اختلاف ہے:::

(1)احناف کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش ہو گا((یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھا جائے گا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے گا))کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے۔۔۔اس کے علاوہ اور بھی کثیر احادیث احناف کے مؤقف کی تائید کرتی ہیں۔۔۔نیز افتراش میں مشقت بھی زیادہ ہے اور زیادہ فضیلت والا عمل بھی وہی ہوتا ہے جس میں مشقت زیادہ ہو۔۔۔۔۔

(2)امام مالک کے نزدیک دونوں قعدوں میں""تورک""کیا جائے گا۔۔۔

(3)شوافع کے نزدیک ہر وہ قعدہ جس کے بعد سلام ہوگا اس میں """تورک""" کیا جائے گا برابر ہے کہ وہ نماز دو قعدوں والی ہو یا ایک قعدے والی،،اور وہ قعدہ جس کے بعد سلام نہیں ہوگا اس میں افتراش ہوگا۔۔۔۔

(4)حنابلہ کے نزدیک ہر وہ نماز جس میں دو قعدے ہیں اس کے آخری قعدے میں """تورک""" کیا جائے گا اور اگر کسی نماز میں ایک ہی قعدہ ہے تو اس میں افتراش ہوگا۔۔۔۔۔

سوال:::

بعض احادیث میں آیا ہے کہ دوسرے قعدے میں """تورک""" کیا جائے گا،،اس کا احناف کیا جواب دیتے ہیں؟؟؟

جواب:::

ان احادیث سے مراد ہے کہ اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے، بڑی عمر کی وجہ سے یا لمبی دعا کرنے کی وجہ سے افتراش پہ عمل نہیں کر سکتا تو وہ """تورک""" کرے گا۔۔۔

((الموضع الخامس))

((فی التسلیم))

سوال:::

نماز میں سلام پھیرنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

شوافع اور حنابلہ کا مؤقف مع دلیل:::

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نماز میں سلام فرض ہے،، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""نماز کی تحریم تکبیر کہنا ہے اور اس کی تحلیل سلام کہنا ہے""------

احناف کا مؤقف اور دلیل:::

احناف کے نزدیک نماز میں سلام واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھادی تو فرمایا"""

جب تم یہ کہ لو یا یوں کر لو تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی،، اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ""۔۔۔۔۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام سے پہلے نماز کے مکمل ہونے کا حکم لگایا اور پھر بیٹھنے یا کھڑے ہونے کا اختیار بھی دیا،، تو یہ چیز فرض اور واجب کے منافی ہے((یعنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلام نہ فرض ہے اور نہ واجب)) لیکن ہم نے شوافع کی دلیل کی وجہ سے احتیاطا سلام کے واجب ہونے کا حکم لگا دیا۔۔۔۔

شوافع اور حنابلہ کا رد:::

شوافع اور حنابلہ نے سلام کے فرض ہونے کے ثبوت میں جو روایت پیش کی ہے وہ قطعی نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف حضرت ابن مسعود والی حدیث موجود ہے جسے ہم نے دلیل بنایا ہے،، اور فرض دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ نماز میں سلام فرض نہیں ہے۔۔۔

سوال:::

نماز میں درود پاک پڑھنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

شوافع کے نزدیک نماز میں درود پڑھنا فرض ہے جبکہ احناف کے نزدیک درود پاک پڑھنا سنت ہے۔۔۔

سوال:::

درود پاک کی فرضیت کے اعتبار سے شوافع کے دلائل اور ان رد لکھیں۔۔۔

جواب:::

دلائل:::

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""اس کی کوئی نماز نہیں جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا""۔۔۔

((سنن دار قطنی))

(2) جس نے نماز پڑھی اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پہ درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔۔۔۔

((فتح القدیر))

(3) جس نے وضو نہیں کیا اس کی کوئی نماز نہیں، اور جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا کوئی وضو نہیں، اور جو نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں، اور جو انصار سے محبت نہ کرے اس کی کوئی نماز نہیں۔۔۔۔۔۔

((سنن ابن ماجہ))

شوافع کے دلائل کا رد:::

پہلی حدیث کو تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے،، اور اگر وہ صحیح بھی ہے تب بھی اس سے مراد نماز کا کامل نہ ہونا ہے۔۔۔

دوسری حدیث کی سند میں جابر جعفی نام کا راوی ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔۔۔۔

تیسری حدیث عبدالمھیمن راوی ضعیف ہے،، ابن حبان کا کہنا ہے کہ اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔۔۔۔۔

سوال:::

احناف نے نماز میں درود کو واجب کیوں نہیں کہا؟؟؟ جبکہ سلام کو واجب کہا،، آخر کیوں؟؟؟

جواب:::

سلام کے بارے میں صحیح حدیث موجود تھی جس کی وجہ سے احتیاطا سلام کو واجب قرار دیا گیا،، جبکہ درود کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں تھی جس کی وجہ سے درود کو سنت قرار دیا گیا۔۔۔۔

((باب مایقرأ بعد التکبیر))

سوال:::

آئمہ اربعہ کے نزدیک ثناء کن الفاظ کے ساتھ کہی جائے گی؟؟؟

جواب:::

شوافع کے نزدیک ثناء:::

امام شافعی کے نزدیک """اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ""یا""سبحنک اللھم وبحمدک""ان دونوں کلمات کے ذریعے یا ان میں سے کسی ایک کو ثناء میں کہنا مستحب ہے ((یعنی شوافع کے نزدیک سورۃ انعام کی آیت ""انی وجھت وجھی""کو اور ""سبحنک اللھم""کو ثناء میں پڑھنا مستحب ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی پڑھنا مستحب ہے))۔۔۔۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ان دونوں کو پڑھے اور امام کو اگر مقتدی اجازت دے تو اس کے لیے بھی دونوں کو پڑھنا مستحب ہے۔۔۔۔

احناف،مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ثناء:::

ان تینوں آئمہ کے نزدیک صرف ""سبحنک اللھم وبحمدک""کو ہی ثناء میں پڑھا جائے گا،، لیکن حنابلہ مذہب کی کتاب ""کتاب الخرقی"" میں ہے کہ اس کے علاوہ کلمات بھی اگر ثناء میں پڑھ لیے جائیں تب بھی درست ہے۔۔۔۔

سوال:::

احناف کے ثناء کے حوالے سے دلائل بیان کریں کہ ثناء میں صرف ""
سبحنک اللھم وبحمدک "" پہ اقتصار کیا جائے گا۔۔۔

جواب:::

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور پھر ""سبحنک اللھم وبحمدک "" پڑھتے۔۔۔

((سنن دار قطنی))

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع فرماتے تو""سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک ""
کہتے۔۔۔

((مشکوٰۃ،،ترمذی،،ابوداؤد))

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ تکبیر کہتے اور پھر ""سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک "" کہتے۔۔۔۔

((الاذکار للنووی))

سوال:::

وہ روایت جسے شوافع ثناء کے معاملے میں دلیل بناتے ہیں احناف اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟؟؟

جواب:::

وہ روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثناء میں ""انی وجھت وجھی للذی"" پڑھنا ثابت ہے وہ نفل نماز کے بارے میں ہیں جبکہ فرائض میں ثناء میں صرف ""سبحنک اللھم وبحمدک""پہ اقتصار کیا جائے گا۔۔۔۔۔

سوال:::

بعض احناف جو((شوافع کی طرح)) توجیہ((یعنی انی وجھت وجھی للذی آیت کے پڑھنے)) کے قائل ہیں ان کے نزدیک اسے کب پڑھا جائے گا؟؟؟

جواب:::

ان میں سے بعض کے نزدیک توجیہ کو تکبیر سے پہلے اور نیت کے بعد پڑھا جائے گا جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ توجیہ کو تکبیر کے بعد پڑھا جائے گا کیونکہ بغیر نماز کے قبلہ کی طرف منہ کر کے اتنی دیر کھڑا رہنا شرعی طور پر مذموم ہے لہذا توجیہ کو تکبیر کے بعد پڑھا جائے گا۔۔۔۔۔

سوال:::

نماز میں ""سکتوں"" کے حوالے آئمہ اربعہ کا کیا مؤقف ہے؟؟؟

جواب:::

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نماز میں دو سکتے ہیں:::

(1)پہلا سکتہ نماز شروع کرتے وقت ہوگا۔۔۔

(2)دوسرا سکتہ قرآت کے بعد ہوگا۔۔۔۔

پہلا سکتہ دونوں آئمہ کے نزدیک مستحب ہے اور دوسرا سکتہ سنت ہے۔۔۔۔

احناف اور مالکیہ کے نزدیک نماز میں صرف ایک ہی سکتہ ہے یعنی نماز شروع کرنے کے بعد والا سکتہ،، اور یہ سکتہ بھی حقیقت میں سکتہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد قرأت کو جہر کے ساتھ نہ کرنا ہے۔۔۔۔

سوال:::

سکتوں کے بارے میں آئمہ کے دلائل بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

شوافع اپنے مؤقف پہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سکتے حفظ کیے ((یعنی مجھے یاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دو سکتے کیا کرتے تھے)) لیکن حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس چیز کا انکار کیا ((کہ ایسا معاملہ نہیں ہے)) پھر مدینہ میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی جانب خط لکھا گیا ((کہ کیا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکتہ کرتے تھے)) تو حضرت ابی نے فرمایا کہ اگر سمرہ کو یہ بات یاد ہے تو ٹھیک ہے ((یعنی انہوں نے حضرت سمرہ رضی

اللہ عنہ کی تصدیق کی))،، سعید کہتے ہیں کہ ہم نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ دو سکتے کیا ہیں ؟؟؟انہوں نے فرمایا پہلا سکتہ تب ہو گا جب نمازی نماز شروع کرے گا اور دوسرا سکتہ تب ہو گا جب نمازی قرأت سے فارغ ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مذکورہ بالا حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ نماز میں دو سکتے ہوتے ہیں اور اس حدیث میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ان سکتوں کا انکار کرنا احناف کی دلیل ہے کہ نماز میں بس شروع کرتے وقت ہی سکتہ ہو گا اور وہ بھی حقیقت میں سکتہ نہیں بلکہ قرات کو جہر سے نہ پڑھنا مراد ہے۔۔۔یعنی دونوں آئمہ نے اسی حدیث کو اپنے اپنے مؤقف کی دلیل بنایا ہے۔۔۔۔۔۔

سوال:::

امام نووی سکتوں کے حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟؟؟

جواب:::

امام نووی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک امام کے لیے چار سکتے کرنا مستحب ہیں۔۔۔۔

(1)تکبیر تحریمہ کے بعد

(2)فاتحہ پڑھنے کے بعد اور آمین کہنے سے پہلے،، تاکہ یہ بات واضح ہوجایے کہ آمین سورۃ الفاتحہ کا حصہ نہیں ہے۔۔۔۔

(3) تیسرا سکتہ آمین اور دوسری کوئی سورت پڑھنے کے درمیان کرے گا اور یہ سکتہ اتنا لمبا ہوگا کہ اس وقفے میں مقتدی فاتحہ پڑھ سکتا ہو۔۔۔۔

(4)چوتھا سکتہ سورت ملانے کے بعد اور رکوع کرنے سے پہلے ہوگا۔۔۔۔۔

((الموضع الثانی قراءۃ المقتدی خلف الامام))

سوال:::

امام کے پیچھے قرأت کرنے کے حوالے سے چاروں آئمہ کرام کے موقف بیان کریں۔۔۔

جواب:::

(1)شوافع کا مؤقف

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سری اور جہری دونوں نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ کی قرأت کرنا واجب ہے،، اور سورۃ الفاتحہ کے علاوہ بقیہ قرأت کرنا مقتدی کے لیے جائز ہے۔۔۔۔

امام شافعی کی ایک اور روایت کے مطابق مقتدی کے لیے محض سری نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا واجب ہے جبکہ جہری نماز میں اس ((مقتدی)) کا امام کی قراءت سننا ہی کافی ہے۔۔۔

(2) مالکیہ کا مؤقف

امام مالک کے نزدیک مقتدی کے لئے صرف سری نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا واجب ہے۔۔۔۔۔۔

(3) حنابلہ کا مؤقف

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صرف سری نماز میں مقتدی کے لئے سورۃ الفاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔۔۔۔

بعض حنابلہ کے نزدیک جہری نماز میں امام کے سکتہ کرنے کے وقت مقتدی سورۃ الفاتحہ پڑھے گا۔۔۔۔

جبکہ بعض حنابلہ کا کہنا ہے کہ اگر جہری نماز میں مقتدی دور ہونے یا بہرہ ہونے کی وجہ سے امام کی قراءت نہیں سن سکتا تو وہ سورۃ الفاتحہ پڑھے گا لیکن اگر نہ بھی پڑھی تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ ""مقتدی کے

لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے""، اور جہری نماز میں حنابلہ کے نزدیک مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے ""امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ""۔۔۔۔۔

(4) احناف کا مؤقف

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سری اور جہری دونوں نمازوں میں مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:::

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ کنز العرفان:::

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ لوگوں کا اس بات پہ اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے،، ہدایہ شریف میں ہے کہ یہ

بات اسی (80) صحابہ کرام سے منقول ہے ((یعنی مذکورہ بالا آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے)) اور ان اسی صحابہ کرام میں چاروں خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔۔۔امام محمد کے نزدیک احتیاط کے طور پر مقتدی کا قرأت کرنا مستحب ہے جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے لیے کئی وعیدیں آئی ہیں۔۔۔

سوال:::

مقتدی امام کے پیچھے کتنی آواز میں قرأت کرے گا؟؟؟

جواب:::

امت کا اس بات پہ اجماع ہے کہ مقتدی کا امام کے پیچھے اونچی آواز میں قرأت کرنا مکروہ ہے اگرچہ وہ اس کی قرأت نہ سن رہا ہو،، امام شافعی فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے آہستہ آواز میں قرأت کرے گا اگرچہ جہری نماز ہو۔۔۔۔((یعنی اونچی آواز میں مقتدی قرأت نہیں کر سکتا، اس بات پہ چاروں آئمہ کا اتفاق ہے اور آہستہ آواز میں

قراَت کرنا احناف کے نزدیک جائز نہیں جبکہ بقیہ آئمہ کے نزدیک جائز ہے))

سوال:::

""قراَت خلف الامام"" کے قائل آئمہ کرام کے دلائل بیان کریں۔۔۔

جواب:::

اس حوالے سے تین احادیث درج ذیل ہیں:::

(1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز فجر ادا کر رہے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ قراَت بھاری ہو گئی،، جب وہ فارغ ہوئے تو فرمایا""شاید تم نے اپنے امام کے پیچھے قراَت کی ہے؟؟؟""ہم نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""صرف سورۃ الفاتحہ پڑھا کرو کیونکہ جو سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔۔۔۔

((جامع الاصول،،مشکاۃ المصابیح،، سنن ترمذی،، سنن ابی داوٗد))

(2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اسے سورۃ الفاتحہ کی قرأت کرنی چاہیے""۔۔۔

((رواہ الطبرانی))

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہری نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا""کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی؟؟؟""، ایک شخص نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""بے شک میں کہتا ہوں مجھے کیا ہے کہ میں قرآن سے جھگڑ رہا ہوں""، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تو جہری نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنے سے باز آگئے۔۔۔۔۔

((رواہ مالک، وأحمد، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی،))

سوال:::

وہ احادیث بیان کریں جن میں امام کے پیچھے مطلقاً قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔۔۔۔

جواب:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔۔۔

((رواہ مسلم))

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے،، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ رب سے کیا مناجات کر رہا ہے،، اور تم میں سے بعض بعض پہ جہر نہ کریں""۔۔۔۔

((مسند امام احمد))

ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو پس تم مومنوں کو تکلیف دیتے ہو۔۔۔۔

((مسند ابن الجعد))

سوال:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان """من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ""" کی تصحیح کے بارے شیخ ابن ہمام کا کلام تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کریں۔۔۔۔۔

جواب:::

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ روایت کئی طرق سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے،، لیکن اسے ضعیف بھی قرار دیا گیا ہے اور ضعیف قرار دینے والوں مثلا دار قطنی، بیہقی وغیرہ نے اس کے مرفوع ہونے کا اعتراف کیا ہے،، لیکن ان((ضعیف قرار دینے والوں))کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حفاظ مثلا سفیانین، ابو احوص، شعبہ وغیرہ نے اسے مرسلا روایت کیا ہے اور امام اعظم نے بھی اسے مرسلا روایت کیا ہے لیکن مرسل بھی اہل علم کے نزدیک حجت ہوتی ہے لہذا ہمارے عمل کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔۔۔۔۔

لیکن اس حدیث کے مرسل ہونے کا قول درست نہیں ہے کیونکہ امام اعظم نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ امام محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں:::

ہمیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خبر دی،، امام اعظم کہتے ہیں ہم سے ابو الحسن موسی بن ابی عائشہ نے بیان کیا،، ان سے عبداللہ بن شداد نے،، عبداللہ سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور ایک شخص ان کے پیچھے قرأت کر رہا تھا تو صحابہ کرام میں سے ایک نے اس شخص کو قرأت کرنے سے روکا جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص اس صحابی کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا آپ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے سے روکا؟؟؟ پھر دونوں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ذکر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بیشک امام کی قرأت اس کی قرأت ہے""-----

امام اعظم کی روایت میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی((لہذا ثابت ہوا کہ جہری کی طرح سری نماز میں بھی قرأت کرنا جائز نہیں))---

امام اعظم کے علاوہ بقیہ حفاظ مثلاً سفیانین، جریر، شریک، زھیر وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح طرق کے ساتھ مرفوعاً روایت

کیا ہے اور ان میں سے کئی طرق شیخین کی شرائط پر اور کئی طرق صرف امام مسلم کی شرائط پہ پورا اترتے ہیں۔۔۔۔

سوال:::

جب حضرت عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے قرآت خلف الامام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کیا جواب ارشاد فرمایا؟؟؟

جواب:::

انہوں نے فرمایا "تم کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرآت نہ کرو "۔۔۔۔

سوال:::

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کیا فرمایا؟؟؟

جواب:::

انہوں نے ارشاد فرمایا"" خاموش رہو اور تمہیں امام کافی ہے""۔۔۔۔

سوال:::

امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا فرمایا ہے؟؟؟

جواب:::

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے""جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو ""۔۔۔۔۔۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں""کاش امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو""۔۔۔۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے ""جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت سے ہٹ گیا""۔۔۔۔

سوال:::

امام محمد نے احتیاط کے طور پر امام کے پیچھے قرأت کرنا مستحب قرار دیا، اس کا کیا مطلب ہے ؟؟؟

جواب:::

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمد کی یہ عبارت ظاہر الروایہ نہیں ہے۔۔۔

بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ امام محمد کے اس قول کے مطابق امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ نہیں ہے جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے ((جس کتاب میں امام محمد نے یہ عبارت لکھی ہے اسی کتاب کی چوتھی فصل میں لکھتے ہیں کہ)) صحیح قول یہی ہے کہ قرأت خلف الامام مکروہ ہے،، یعنی امام محمد کا قول بھی شیخین کی طرح ہے۔۔۔

امام محمد اپنی کتاب ""کتاب الآثار"" میں لکھتے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں سمجھتے چاہے وہ کوئی بھی نماز ہو سری ہو یا جہری۔۔۔

مزید آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ""موطا"" میں امام کے پیچھے قرأت سے منع والی روایت بیان کرکے فرماتے ہیں"" امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں چاہے جہری ہو یا سری""۔۔۔۔۔

((لہذا ثابت ہوا کہ امام محمد کے نزدیک بھی قرأت خلف الامام مکروہ ہے))۔۔۔۔

سوال:::

امام سرخسی قرأت خلف الامام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟؟؟

جواب:::

آپ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کے قول کے مطابق امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی نماز ٹوٹ جاتی ہے لہذا دو دلیلوں میں سے قوی دلیل پہ عمل کرنا بہتر ہے((یعنی قرأت نہیں کرنی چاہیے))۔۔۔۔۔۔۔

((الموضع الثالث الجہر بالتسمیۃ وعدمہ))

سوال:::

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟؟؟اختلاف آئمہ بھی بیان کریں۔۔۔

جواب:::

نماز میں بسم اللہ پڑھنے پہ امت کا اجماع ہے،، کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے،، اختلاف اس بات میں ہے کہ بسم اللہ کو جہر سے پڑھا جائے گا یا آہستہ آواز سے۔۔۔۔

شوافع کا مؤقف:::

بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا جائے گا۔۔۔

احناف کا مؤقف:::

بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نہیں پڑھا جائے گا۔۔۔۔

سوال:::

نماز میں بسم اللہ کو کب پڑھا جائے گا؟؟؟

جواب:::

امام اعظم کے نزدیک صرف پہلی رکعت میں بسم اللہ کو پڑھا جائے گا کیونکہ تعوذ کی طرح تسمیہ بھی قراٴت کی چابی ہے،، لیکن امام اعظم کی ایک اور روایت بھی ہے اس میں فرماتے ہیں کہ ہر رکعت کے شروع میں اسے پڑھا جائے گا کیونکہ یہ قراٴت کی چابی ہے اور صاحبین کا بھی یہی مذہب ہے۔۔۔۔۔

سوال:::

کیا نماز میں سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں؟؟؟

جواب:::

امام محمد فرماتے ہیں کہ سری نماز میں سورۃ الفاتحہ اور دوسری کسی سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں۔۔۔۔۔

حنابلہ کے نزدیک مطلقاً سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں چاہے جہری نماز ہو یا سری نماز۔۔۔۔۔۔

سوال:::

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نماز کو ""الحمد للہ رب العالمین"" سے شروع کرتے تھے۔۔۔۔

اس حدیث کی امام شافعی کیا تاویل کرتے ہیں؟؟؟

جواب:::

چونکہ امام شافعی کا مؤقف ہے کہ نماز میں جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھی جائے گی لہذا وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے

میں نے ""قل ھواللہ أحد"" پڑھی،،اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ اس نے یہ سورت بغیر بسم اللہ کے شروع کی،،بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے وہ سورت پڑھی جس کے شروع میں ""قل ھواللہ احد"" آتا ہے ،،اور یہی مطلب یہاں مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سورت سے نماز شروع کرتے تھے جس کے شروع میں ""الحمد للہ رب العالمین"" آتا ہے،،لہذا یہاں بسم اللہ کا جہر سے نہ پڑھنا ثابت نہیں ہوتا۔۔۔۔

سوال:::

کیا امام شافعی کی مذکورہ بالا تاویل درست ہے؟؟؟

جواب:::

امام شافعی کی یہ تاویل غیر بعید ہے،،اس حدیث کی ایک اور تاویل بھی ہے وہ یہ کہ یہاں مطلقا بسم اللہ پڑھنے کی نفی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نہیں پڑھا جائے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ بسم اللہ جہر کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے اور یہی ہمارا اور امام احمد کا مذہب ہے۔۔۔۔

سوال:::

کیا جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد ہوئی ہے؟؟؟

جواب:::

شیخ ابن ہمام کا کہنا ہے کہ اکثر حفاظ الحدیث کے مطابق جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے مشہور مسانید کے مصنفین نے اس حوالے سے کوئی کام نہیں کیا کیونکہ اس معاملے صحیح حدیث معدوم ہے۔۔۔

امام دار قطنی نے مصر میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے ثابت ہونے پہ ایک کتاب لکھی ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔۔۔۔

حازمی کا کہنا ہے کہ بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی احادیث اگرچہ صحابہ کرام کی ایک تعداد سے مروی ہیں لیکن اکثر احادیث شکوک وشبہات سے سلامت نہیں ہیں۔۔۔۔

سوال:::

حضرت ابن عباس سے تسمیہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی حدیث مروی ہے لیکن ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نہیں پڑھا حتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا۔۔۔۔

ان احادیث میں کس طرح تطبیق دی جائے گی؟؟؟

جواب:::

اگر بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھنے والی حدیث صحیح ہے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی صحابہ کرام کو یہ سکھانے کے لیے بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھتے تھے کہ

نماز میں بسم اللہ بھی پڑھنی چاہیے۔۔۔ یہ فعل محض تعلیم امت کے لیے تھا۔۔۔۔

سوال:::

بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہیے،، احادیث کی روشنی میں ثابت کریں۔۔۔

جواب:::

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن کبھی ان سے بسم اللہ کی قرآت نہیں سنی۔۔۔ ((رواہ مسلم))

((اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ پڑھتے نہیں تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جہر کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے))۔۔۔۔۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی

اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ سب کے سب آہستہ آواز میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔۔۔۔۔((رواہ ابن ماجہ))

طبرانی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین اور متقدمین تابعین آہستہ آواز میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔۔۔۔

عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے اونچی آواز سے بسم اللہ کی قرآت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا""اے عبد اللہ!!! بے شک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے نہیں سنا کہ کسی نے جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھی ہو۔۔۔۔((مسند امام اعظم))

اعتراض:::

نعیم مجمر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی پس انہوں نے بسم اللہ کی قرآت کی، پھر سورۃ الفاتحہ کی قرآت کی اور"""ولا الضالین"""پہ پہنچ کر آمین کہا اور سلام پھیرنے کے

بعد فرمایا"" اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے،، میری نماز تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہے""۔۔۔۔

یہ روایت صحیح ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں جبکہ آپ کا کہنا ہے نہیں پڑھ سکتے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے؟؟؟

جواب:::

یہ روایت واقعی صحیح ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھی،، نعیم مجمر راوی کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بسم اللہ پڑھنے کی آواز اس لیے پہنچی تھی کہ وہ ان کے قریب کھڑے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کے اخفاء میں مبالغہ بھی نہیں کیا تھا((یعنی جہر کے ساتھ نہیں پڑھی تھی بلکہ آہستہ آواز میں پڑھی تھی اور یہ آواز زیادہ آہستہ نہ تھی اس لیے پیچھے قریب کھڑے نعیم مجمر نامی راوی کو بسم اللہ کی آواز پہنچ گئی))۔۔۔۔۔۔

سوال:::

امام ترمذی نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے اور نہ پڑھنے کے بارے میں کتنے اور کون سے باب باندھے ہیں؟؟؟ اور اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کلام کیا ہے؟؟؟ تفصیل سے بیان کریں۔۔۔

جواب:::

امام ترمذی نے دو باب باندھے ہیں:::

(1) نماز میں بسم اللہ جہر کے ساتھ نہ پڑھنے کے بارے میں باب

(2) بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں باب

((پہلا باب))

اس باب میں امام ترمذی نے ابن عبد اللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا تھا تو میرے والد ((عبد اللہ بن مغفل جو کہ صحابی رسول تھے)) نے مجھے فرمایا"" اے میرے بیٹے اس بدعت سے بچ،، میں نے صحابہ کرام کو اسلام میں اس نئے کام پہ سب سے زیادہ غصہ کرتے دیکھا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے ان کو بسم

اللہ پڑھتے نہیں سنا لہذا جب تم نماز شروع کرو تو بسم اللہ نہ کہو بلکہ الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع کرو۔۔۔۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور کثیر اہل علم صحابہ کرام جیسا کہ خلفائے راشدین وغیرہ اور بعد میں آنے والے تابعین کا اسی پہ عمل تھا،، اس کے علاوہ سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے وہ بھی جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تسمیہ کو دل میں پڑھا جائے۔۔۔۔

((دوسرا باب))

دوسرے باب میں امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کو تسمیہ کے ساتھ شروع کرتے تھے۔۔۔

اس کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند اس جیسی نہیں ہے اور چند صحابہ کرام جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم اور کچھ تابعین کا یہی مذہب تھا کہ بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا جائے،، امام شافعی، اسماعیل بن حماد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔۔۔۔۔

((الموضع الرابع فی التامین والجہر والاسراریۃ))

سوال:::

نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت کے بعد آمین کہنے کا کیا حکم ہے؟؟؟
دلیل کے ساتھ بیان کریں۔۔۔

جواب:::

نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے اور اسی پہ تمام
آئمہ کرام اتفاق ہے۔۔۔

دلائل:::

(1)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب امام ""غیر المغضوب علیہم ولا الضالین"" کہے تو تم آمین کہو،، پس بے شک ((اس وقت))فرشتے((بھی)) آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے،، پس

جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔۔۔((رواہ احمد و عبد الرزاق و ابن حبان))

(2) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو،، اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا""۔۔۔۔۔

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""یہودی تمہاری کسی چیز پہ اتنا حد نہیں کرتے جتنا حد تمہارے آمین کہنے پہ کرتے ہیں،، پس زیادہ سے زیادہ آمین کہو""۔۔۔۔۔۔((رواہ ابن ماجہ))

(4) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""کیا تم اس چیز کو جانتی ہو جس کی بدولت یہودی ہم پہ حد کرتے ہیں؟؟؟ بے شک وہ ہمارے قبلے پہ حد کرتے ہیں جس کی ہمیں رہنمائی کی گئی اور ان کو اسے گمراہ کر دیا گیا،، اور وہ ہمارے جمعہ پہ حد کرتے ہیں جس کی ہمیں ہدایت دی گئی اور ان کو اس سے گمراہ کر دیا گیا اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پہ حد کرتے ہیں""۔۔۔۔۔۔((رواہ البیہقی))

سوال:::

نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قراءت کے بعد ""آمین"" کس طرح کہنی چاہیے؟؟؟

جواب:::

اس بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔۔۔۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اونچی آواز سے ""آمین"" کہی جائے گی،، امام مالک کا مذہب اس حوالے سے مختلف فیہ ہے((یعنی آمین کو جہر کے ساتھ کہا جائے گا یا آہستہ آواز سے اس حوالے سے ان کے مذہب میں اختلاف ہے))،، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آہستہ آواز سے آمین کہی جائے گی۔۔۔۔

سوال:::

آمین کو جہر کے ساتھ کہنے کے دلائل بیان کریں۔۔۔

جواب:::

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ""غیر المغضوب علیہم ولا الضالین""تک تلاوت فرماتے تو اتنی آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کھڑے صحابہ کرام سن لیتے۔۔۔

((اخرجہ ابوداؤد))

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا،، انہوں نے ""غیر المغضوب علیہم ولا الضالین"" کی قرأت کی اور اپنی آواز کو کھینچتے ہوئے آمین کہا۔۔۔۔

((اخرجہ الترمذی وابوداؤد))

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں آمین جہر کے ساتھ پڑھنے اور آہستہ آواز کے ساتھ پڑھنے والی احادیث لکھی ہیں اور جہر والی احادیث کو راجح قرار دیا ہے اور امام بخاری نے بھی فرمایا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین کا جہر والی احادیث پہ عمل تھا۔۔۔۔۔۔

سوال:::

آمین آہستہ آواز میں کہنے کے دلائل تحریر کریں۔۔۔

جواب:::

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ آواز میں کہے:::

(1)تعوذ(2)تسمیہ(3)آمین(4)ثناء

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی گئی ہے۔۔۔۔

ابو وائل سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما((نماز میں)) تسمیہ، تعوذ اور آمین کو جہر کے ساتھ نہیں کہتے تھے۔۔۔۔۔۔۔

شیخ ابن ہمام نے احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی، دار قطنی اور حاکم وغیرہ سے آہستہ آواز میں آمین کہنے والی روایت نقل کی ہے۔۔۔۔۔۔

سوال:::

مصنف نے آمین بالجہر کی بحث کے آخر میں فریقین کی احادیث کا کیا نتیجہ نکالا ہے؟؟؟

جواب:::

مصنف فرماتے ہیں کہ جن روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کو کھینچتے ہوتے آمین کہا وہاں سے مراد ""آمین"" کے الف کی مد ہے یعنی لفظ آمین کی الف کو کھینچتے ہوئے پڑھا۔۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہا تو یہ والی حدیث آمین بالجہر کے بارے میں صریح دلیل ہے،، بعض احادیث میں آیا ہے کہ آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی تھی،، بعض میں آیا ہے کہ پہلی صف کے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کھڑے ہوتے تھے وہ آمین کی آواز سن لیتے تھے۔۔۔۔

آہستہ آواز سے آمین کہنے والی احادیث اور اونچی آواز سے آمین کہنے والی احادیث میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ جن احادیث میں آہستہ آمین کا ذکر وہاں سے مراد ایسی آواز ہے جس میں شدت نہ ہو اور جہر والی احادیث سے مراد مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی ہلکی آواز ہے۔۔۔۔

((الموضع الخامس فی الجمع بین التسمیع والتحمید))

سوال:::

نماز میں تسمیع اور تحمید کہنے کے حوالے سے آئمہ کرام کا کیا مؤقف ہے؟؟؟ تفصیل سے بیان کریں۔۔۔

جواب:::

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف اور دلیل:::

امام اعظم فرماتے ہیں کہ امام تسمیع کہے گا جبکہ مقتدی تحمید کہے گا کیونکہ یہ ایک طرح کی تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہوتی ہے اسی وجہ سے مقتدی صرف تحمید کہے گا تسمیع نہیں کہے گا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر امام بھی تحمید کہے تو اس کی تحمید مقتدی کی تحمید کے بعد واقع ہو گی اور یہ چیز امامت کے خلاف ہے لہذا امام صرف تسمیع کہے گا اور مقتدی صرف تحمید کہے گا۔۔۔۔۔

دلیل:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:::

جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لک الحمد" کہو۔۔۔۔

امام شافعی کا مؤقف اور دلیل:::

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام کرتے تو تکبیر کہتے، جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے اور پھر ((سیدھے)) کھڑے ہو کر " ربنا لک الحمد " کہتے اور پھر تکبیر کہ کر نیچے جھک جاتے ((یعنی سجدے میں چلے جاتے))۔۔۔۔۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "" تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو "" لہذا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث اس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔۔۔۔۔

امام شافعی کی روایت کا رد:::

امام شافعی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی جو حدیث بیان کی ہے وہ اس صورت پہ محمول کی جائے گی جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔۔۔ یعنی اکیلے نماز پڑھنے کی حالت میں نمازی تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔۔۔۔

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مؤقف:::

مشہور یہی ہے کہ اس مسئلہ میں مالکیہ اور حنبلیہ کا وہی مذہب ہے جو احناف کا کہا ہے اور ان کی دلیل بھی وہی ہے جو احناف کی دلیل ہے۔۔۔۔۔

صاحبین کا مذہب:::

صاحبین فرماتے ہیں کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔۔۔

((الموضع السادس فی تطویل الرکعۃ الاولی))

سوال:::

نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں لمبا کرنے کے حوالے سے کیا حکم ہے؟؟؟؟اختلاف آئمہ کے ساتھ تفصیلا بیان کریں۔۔۔۔۔

جواب:::

اس بارے امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ ہر نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں لمبا کیا جائے گا۔۔۔۔۔

دلیل:::

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں زیادہ لمبا فرمایا کرتے تھے اور عصر اور فجر کی نماز میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔۔۔۔

((رواہ البخاری ومسلم))

امام محمد اور دیگر تینوں آئمہ کرام اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کیونکہ یہ حدیث فجر، ظہر اور عصر کے بارے میں صریح ہے اور یہ آئمہ کرام بقیہ دو نمازوں ((مغرب اور عشاء)) کو انہی تین نمازوں پہ قیاس

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں لمبا کیا جائے گا،، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ لوگ جماعت میں پہلی رکعت کو پالیں گے۔۔۔۔۔

((صاحبین کا مؤقف))

صاحبین کا کہنا ہے کہ صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں لمبا کیا جائے گا بقیہ نمازوں میں ایسا نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمام رکعات قرأت کی برابر حقدار ہیں لہذا مقدار میں بھی برابری ہونی چاہیے لیکن فجر میں پہلی رکعت کو لمبا اس لیے کیا جائے گا کیونکہ یہ غفلت اور نیند کا وقت ہوتا ہے اور رکعت کو لمبا کرنے کی وجہ سے لوگ جماعت حاصل کرلیں گے۔۔۔۔۔۔

دیگر آئمہ کی پیش کردہ روایت کا جواب::::

دیگر آئمہ نے حضرت قتادہ والی جس حدیث کو دلیل بنایا ہے اس حدیث میں پہلی رکعت کو لمبا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ اور تسمیہ کو بھی پڑھا جاتا ہے جبکہ دوسری رکعت میں نہیں،، تو یوں پہلی رکعت لمبی ہو گئی۔۔۔۔۔

""خلاصہ""میں ہے کہ امام محمد کا قول زیادہ پسندیدہ ہے اور شرح ابن ہمام میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔۔۔۔

((الموضع السابع فی القراءۃ فی الرکعتین الأخریین))

سوال:::

فرض نماز کی آخری دو رکعات میں قرأت کرنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر اور عصر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا کرتے تھے((کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی قرأت کرتے ہیں))،، پس ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ""الم سجدہ""کی قرأت کی مقدار اندازہ لگایا،، اور ایک روایت میں ہے کہ((ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے))ہر رکعت میں تیس آیات کی مقدار اندازہ لگایا،، اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کے نصف کی مقدار اندازہ لگایا((یعنی ظہر کی آخری دو

رکعتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ پندرہ آیات تلاوت فرمائیں))،، ہم نے عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری دو رکعتوں کی مقدار اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے بھی نصف مقدار کا اندازہ لگایا((یعنی عصر کی پہلی دو رکعتوں میں پندرہ پندرہ آیات تلاوت فرمائیں اور آخری دو میں پندرہ کا نصف یعنی سات یا آٹھ آیات تلاوت فرمائیں))۔۔۔۔۔

یہ حدیث ظہر اور عصر کی آخری دو رکعات میں سورت ملانے پہ دلالت کرتی ہے اور آئمہ اربعہ کے مؤقف کے خلاف نہیں ہے،، آئمہ اربعہ کے نزدیک آخری دو رکعات میں سورۃ الفاتحہ پہ ہی اکتفاء کیا جائے گا اور احناف نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر نمازی آخری دو رکعات میں چپ کر کے کھڑا رہا یا اس نے کوئی تسبیح پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی،، لیکن جان بوجھ کر خاموش کھڑے رہنا خلاف سنت ہے۔۔۔۔

نخعی ثوری اور بقیہ کوفیوں نے کہا ہے کہ قرآت کرنا افضل ہے،، امام اعظم سے ایک روایت مروی ہے کہ آخری دو رکعات میں قرآت کرنا واجب ہے،، حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قرآت کرو اور آخری دو میں تسبیح کہو،، امام شمنی نے بھی

یونہی ذکر کیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملالی تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ آخری دو رکعات میں اکیلے سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا سنت ہے واجب نہیں۔۔۔

امام احمد کی صحیح روایت کے مطابق آخری دو رکعات میں مزید سورت نہیں ملائی جائے گی اگرچہ بعض اوقات سورت ملانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے لیکن مستحب یہی ہے کہ مزید کوئی سورت نہ ملائی جائے بس سورۃ الفاتحہ کی قراءت پہ اکتفاء کرلیا جائے۔۔۔۔۔

((الموضع الثامن فی الکلام فی تخصیص بعض الصلوات ببعض السور))

سوال:::

کیا بعض سورتیں بعض نمازوں کے ساتھ خاص ہیں؟؟؟مثلاً جمعہ کے دن فجر میں سورۃ ""الم سجدہ"" اور سورۃ الدھر پڑھنا، نماز جمعہ میں سورۃ الجمعہ پڑھنا وغیرہ۔۔۔

جواب:::

اس بارے میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔۔۔۔

احناف کا مؤقف:::

احناف کے نزدیک کوئی بھی سورت کسی بھی نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ اس سے فضیلت کا وہم ((یعنی یہ سورت بقیہ سے افضل ہے)) اور دوسری سورتوں کو چھوڑنے کا وہم پیدا ہو جائے گا لہذا یوں کرنا مکروہ ہے۔۔۔

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ کراہت تب پیدا ہو گی جب وہ کسی خاص سورت کو حتمی جانے ((یعنی یہ ہی پڑھنی ہے اس کے علاوہ دوسری نہیں پڑھنی)) اور کسی اور سورت کو پڑھنا مکروہ سمجھے،، ہاں اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآت سے برکت حاصل کرنے کے لیے پڑھے ((یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سورت کو اس نماز میں پڑھا کرتے تھے اور وہ برکت حاصل کرنے کے لیے یوں کرے)) اور کبھی کبھی دوسری سورت بھی پڑھ لے ((یعنی اسی پہ ہمیشگی اختیار نہ کرے)) تو اس سورت میں یہ فعل مکروہ نہیں ہو گا۔۔۔۔ المختصر یہ کہ کسی سورت کو کسی نماز کے ساتھ خاص کرنے پہ ہمیشگی اختیار نہ کرے کیوں کہ اس پہ ہمیشگی اختیار کرنا مکروہ ہے۔۔۔۔

مصنف((شیخ عبدالحق محدث دہلوی))فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس فعل پہ ہمیشگی اختیار کرنا ثابت نہیں ہے۔۔۔۔

شوافع کا مؤقف:::

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ""الم سجدہ""اور سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے،،اس کو شیخین نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے۔۔۔اس حدیث کی وجہ سے شوافع نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے،،حرمین شریفین ہو یا اس کے علاوہ کوئی مقام،ہر جگہ شوافع کا اسی بات پہ عمل ہے کہ وہ جمعہ کی فجر میں یہی سورتیں پڑھتے ہیں۔۔۔

سوال:::

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ الم سجدہ اور سورۃ الدھر کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے؟؟؟

جواب:::

وجہ یہ ہے کہ ان دو سورتوں میں انسان کے پیدا ہونے، اس کے لوٹائے جانے اور جنت و دوزخ میں داخل ہونے کا ذکر ہے اور یہ تمام کام جمعہ کے دن ہی وقوع پذیر ہوں گے اور قیامت بھی جمعہ کو آئے گی اس وجہ سے ان دو سورتوں کو جمعہ کی فجر کے ساتھ خاص کیا گیا ہے،، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان دو سورتوں کے علاوہ بقیہ سورتوں میں بھی تو آخرت کے احوال کا ذکر ہے تو ان کو کیوں نہیں پڑھا جاتا؟؟؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو سورتوں میں یہ احوال بقیہ سورتوں میں مقابلے میں زیادہ بیان کیے گئے ہیں اس لیے صرف انہی دو سورتوں کو جمعہ کی فجر میں پڑھا جاتا ہے۔۔۔۔

((الموضع التاسع فی جواب الآیات))

سوال:::

نماز اور غیر نماز میں آیات کے جواب دینے کے بارے میں شوافع اور احناف کا اختلاف لکھیں۔۔۔

جواب:::

آیات کا جواب دینا مثلا:::اگر کوئی قرآت کر رہا ہو""سبح اسم ربک الاعلی""تو اس کے جواب میں""سبحان ربی الاعلی""کہنا،،اگر کوئی تلاوت کرتے ہوئے یہ آیت پڑھے""الیس اللہ بأحکم الحاکمین""تو اس کے جواب میں کہنا""بلی وأنا ذلک من الشاھدین""،،یہ آیات اور ان کے علاوہ دیگر آیات کے جواب دینے کے بارے میں شوافع کہتے ہیں کہ ان کے جوابات نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں دیے جا سکتے ہیں۔۔۔۔

احناف اور مالکیہ کا کہنا ہے کہ یہ جوابات صرف نماز کے علاوہ کی حالت میں دیے جائیں گے نماز میں یہ جوابات دینے کی اجازت نہیں۔۔۔

اعتراض:::

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں آیات کا جواب دینا ثابت ہے،،اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟؟؟

جواب:::

وہ روایات جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں آیات کا جواب دینا ثابت ہے وہاں سے مراد نفل نمازیں ہیں نہ کہ فرض نمازیں،، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کے وقت نماز شروع کرتے تو رحمت والی آیت پہ رک کر ((اللہ سے)) رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب والی آیت آتی تو اس پہ رکتے اور ((عذاب سے اللہ کی)) پناہ مانگتے۔۔۔

یہ روایت اور ان جیسی تمام روایات میں نفل نمازیں مراد ہیں،، لہذا نوافل میں یوں جوابات دینے کی اجازت ہے فرض نماز میں اس کی بلکل بھی اجازت نہیں۔۔۔۔

((باب الرکوع والسجود))

((الموضع الاول فی وضع الرکبتین قبل الیدین أو وضع الیدین قبل الرکبتین للسجود))

سوال:::

سجدے میں جاتے ہوئے زمین پہ پہلے دونوں ہاتھ رکھے جائیں گے یا گھٹنے ؟؟؟اختلاف آئمہ مع دلائل بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔۔۔۔

احناف، شوافع اور حنابلہ کا مؤقف:::

ان کا مؤقف ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنوں کو پہلے زمین پہ رکھا جائے گا اور اس کے بعد ہاتھوں کو رکھا جائے گا۔۔۔۔

دلائل:::

اس کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پہ رکھتے۔۔۔۔

اور عقلا بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ گھٹنے ہاتھوں کی بنسبت زمین کے زیادہ قریب ہے لہذا پہلے گھٹنے زمین پہ رکھے جائیں گے پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پہ رکھا جائے گا پھر پیشانی کو اور پھر ناک کو،، لیکن خیال رہے پیشانی اور ناک میں ترتیب ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ہی عضو کے حکم میں ہیں۔۔۔۔۔

امام مالک اور امام اوزاعی کا مؤقف:::

امام مالک، امام اوزاعی، آئمہ احادیث کی ایک جماعت اور امام احمد بن حنبل اپنی ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو زمین پہ رکھا جائے گا۔۔۔

دلیل:::

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے اور چاہیے کہ وہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو((زمین پہ))رکھے۔۔۔۔

سوال:::

امام مالک، امام اوزاعی، امام احمد اور دیگر آئمہ حدیث کا رد تحریر کریں۔۔۔

جواب:::

ابو سلیمان خطابی کا کہنا ہے کہ جب دو احادیث کا آپس میں تعارض ہو جائے تو ان میں سے قوی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے،، اس معاملے میں حضرت وائل بن حجر والی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے قوی ہے لہذا یہ ترجیح پا جائے گی۔۔۔۔

شیخ ابن حجر کا کہنا ہے کہ یہ دونوں مذاہب سنت ہیں اور میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی دوسرے پہ راجح نہیں ہے۔۔۔

ابو سعید کی روایت ہے کہ ہم گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پہ رکھا کرتے تھے پس ہمیں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔۔ یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تائید کر رہی ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وائل بن حجر والی حدیث حضرت ابو ہریرہ والی حدیث کے لیے ناسخ ہے۔۔۔۔۔۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے پہلے حصے میں کہا گیا کہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھو اور پھر آگے کہا گیا کہ چاہیے کے ہاتھوں کو زمین پہ پہلے رکھے حالانکہ اونٹ اپنے ہاتھوں کو زمین پہ پہلے رکھتا ہے اور گھٹنے بعد میں ((یعنی حدیث کے پہلے حصے میں اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع کیا جا رہا ہے اور اگلے حصے میں اونٹ کے بیٹھنے کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا جا رہا ہے))،، یعنی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اس

حدیث کو راوی نے اپنے وہم کی وجہ سے تبدیل کر دیا ہے،، جہاں ""ولایضع "" آنا تھا وہاں ""ولیضع "" کہ کر حدیث میں تبدیلی کر دی،، تو ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ والی حدیث بھی حضرت وائل بن حجر والی حدیث کے موافق ہے،، نیز اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ""جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو چاہیے کہ وہ اپنے گھٹنوں سے ابتداء کرے اور اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے ""،، ان دلائل سے احناف اور شوافع کے مؤقف کی مکمل تائید ہو گئی بلکہ جس حدیث کو امام مالک اور دیگر آئمہ نے دلیل بنایا تھا وہ حدیث بھی ہمارے حق میں دلیل بن گئی۔۔۔۔۔۔

سوال:::

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کے گھٹنے اس کی ٹانگوں میں ہوتے ہیں جبکہ چوپایوں کے گھٹنے ان کے ہاتھوں ((یعنی اگلی دو ٹانگوں)) میں ہوتے ہیں،، کیا یہ بات درست ہے؟؟؟

جواب:::

بعض لوگوں نے امام مالک کے مؤقف کی تائید کرنے کے لیے یہ بات گھڑی ہے کہ انسان کے گھٹنے اس کی ٹانگوں میں ہوتے ہیں اور چوپایوں کے گھٹنے ان کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں،، پس اگر انسان اپنے گھٹنوں کو زمین پہ پہلے رکھ دے تو اس کا بیٹھنا اونٹ کے بیٹھنے کے مشابہ ہو جائے گا کیونکہ جب اونٹ نیچے بیٹھتا ہے تو اپنے ہاتھوں ((یعنی اگلی دو ٹانگوں)) کو پہلے زمین پہ رکھتا ہے اور انہی اگلی ٹانگوں میں اس کے گھٹنے ہوتے ہیں،، جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے اور لغت کے آئمہ کے مخالف ہے،، ""رکبۃ"" یعنی گھٹنا اس جوڑ کو کہتے ہیں جو رانوں سے نیچے ہو اور پنڈلیوں سے اوپر ہو اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گھٹنے ٹانگوں میں ہوتے ہیں ہاتھوں میں نہیں ہوتے ((یعنی یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ چوپائے کے گھٹنے اس کی اگلی دو ٹانگوں میں نہیں بلکہ پچھلی دو ٹانگوں میں ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی انسان سجدے میں جاتے ہوئے اپنے گھٹنے زمین پہ پہلے رکھتا ہے تو عین سنت کے مطابق عمل ہو گا اور اونٹ کے بیٹھنے کے مشابہ نہیں ہو گا کیونکہ اونٹ اپنے ہاتھوں ((یعنی اگلی دو ٹانگوں)) کو پہلے زمین پہ رکھتا ہے))۔۔۔۔۔۔

((الموضع الثانی فی السجود بسبعۃ اعضاء))

سوال:::

سجدہ کتنے اعضاء پہ کرنا چاہیے؟؟؟

جواب:::

سات اعضاء پہ سجدہ کرنا چاہیے۔۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے""جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء((بھی)) سجدہ کرتے ہیں:::اس کا چہرہ،اس کی دونوں ہتھیلیاں،اس کے گھٹنے اور اس کے پاؤں۔۔۔۔

سوال:::

کیا سجدے میں پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پہ لگانا چاہیے؟؟؟نیز اگر صرف پیشانی پہ سجدہ کر لیا تو کیا سجدہ ادا ہو جائے گا؟؟؟

جواب:::

جی ہاں،،سجدے میں پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پہ لگانا چاہیے کیونکہ جن سات اعضاء پہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں چہرہ بھی شامل ہے اور ناک اور پیشانی چہرے کے دو اجزاء ہیں۔۔۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اگر صرف پیشانی پہ سجدہ کیا جائے اور ناک کو زمین پہ نہ لگایا جائے تو کچھ علماء کے نزدیک سجدہ نہیں ہوگا جبکہ اکثر علماء کے نزدیک سجدہ ہو جائے گا۔۔۔۔

احناف کے نزدیک ناک اور پیشانی دونوں پہ سجدہ کرنا افضل ہے لیکن اگر صرف پیشانی پہ سجدہ کیا تو امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک بلا کراہت سجدہ ادا ہو جائے گا جبکہ ایک روایت میں ہے کہ کراہت کے ساتھ ادا ہوگا،، اگر صرف ناک پہ سجدہ کیا تو صاحبین کے نزدیک ادا نہیں ہوگا اور امام اعظم کی بھی ایک روایت اس معاملے میں صاحبین کی تائید کرتی ہے جبکہ امام اعظم کی دوسری روایت میں ہے کہ اگر صرف ناک پہ اکتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ سجدہ جائز ہوگا،، دلیل یہ ہے کہ چہرے پہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سجدہ کرنے کے لیے مکمل چہرہ زمین پہ لگانا ممکن نہیں کیونکہ ناک اور پیشانی دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو چہرے کے باقی اعضاء کو زمین پہ لگنے نہیں دیں گی لہذا انہی دو اعضاء پہ سجدہ کیا جاتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ناک اور پیشانی دونوں پہ سجدہ کرنا افضل ہے لیکن اگر صرف پیشانی پہ بھی کر لیا تب بھی جائز ہے سجدہ ادا ہو جائے گا۔۔۔۔۔

سوال:::

ایک روایت میں ہے کہ سات اعضاء پہ سجدہ کیا جائے اور ان سات اعضاء میں چہرے کو شمار کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں چہرے کی جگہ پیشانی کو ذکر کیا گیا ہے تو ان دونوں احادیث میں کس طرح تطبیق نکالی جائے گی؟؟؟

جواب:::

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دوسری حدیث میں پیشانی کہ کر چہرے کی مراد کو واضح کیا ہے کہ چہرے سے مراد پیشانی ہے اور اسی وجہ سے اگر صرف پیشانی پہ سجدہ کیا جائے تو آئمہ احناف کے نزدیک بالاجماع فرض ادا ہو جائے گا۔۔۔

سوال:::

کیا حنابلہ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں زمین پہ لگانا ضروری ہیں؟؟؟

جواب:::

امام احمد کے حوالے سے مشہور مذہب یہی ہے کہ سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں زمین پہ لگانا واجب ہیں۔۔۔

ان کا ایک مذہب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پیشانی زمین پہ لگانا ضروری ہے اور ناک کے حوالے سے دو روایات ہیں:::

(1) پیشانی کی طرح ناک کو بھی زمین پہ لگانا ضروری ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ""اس کی کوئی نماز نہیں جس نے اپنا ناک زمین پہ نہ رکھا""((رواہ الدار قطنی))

(2) ناک کو زمین پہ لگانا ضروری نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ ""سجدے کے سات اعضاء ہیں"" اور ان سات اعضاء میں ناک کو شمار نہیں کیا گیا۔۔۔۔

سوال:::

سجدے میں ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پہ لگانے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

احناف اور شوافع کے نزدیک سجدے میں ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پہ لگانا سنت ہے کیونکہ سجدہ ان کے بغیر بھی ہو جاتا ہے،، اور حدیث مبارکہ میں سات اعضاء کو لگانے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ حکم واجب اور مستحب دونوں کو شامل ہے((لہذا گھٹنوں اور ہاتھوں کو زمین پہ لگانا ضروری نہیں))۔۔۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی کے نزدیک اگر نمازی سجدے میں گھٹنے زمین پہ نہیں لگائے گا تو اس کا سجدہ ادا نہیں ہوگا۔۔۔۔

سوال:::

سجدے میں قدموں کو زمین پہ لگانے کا حکم بیان کریں۔۔۔نیز یہ بھی بتائیں کہ قدم کا کتنا حصہ زمین پہ لگا ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا؟؟؟

جواب:::

قدموں کا زمین پہ رکھنا فرض ہے کیونکہ اگر بغیر قدم لگائے سجدہ کیا جائے گا تو اس میں تعظیم نہیں پائی جائے گی بلکہ یہ کھیل کے مشابہ ہو جائے گا،، اگر دونوں پاؤں کی ایک انگلی زمین پہ لگی ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا بلکہ اگر ایک قدم زمین پہ ہو اور دوسرا قدم زمین سے اٹھا ہوا ہو تب بھی سجدہ جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ ادا ہوگا۔۔۔۔

شوافع کے نزدیک قدموں کا زمین پہ لگانا سنت ہے جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے کیونکہ وہ حدیث کے ظاہر پہ عمل کرتے ہیں۔۔۔

((الموضع الثالث))

((الکلام فی السجود علی کور العمامۃ او فاضل ثوبہ))

سوال:::

شوافع کے نزدیک عمامے کے پیچ اور زائد کپڑے پہ سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے ؟؟؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

امام شافعی کے نزدیک اگر عمامے کے پیچ یا زائد کپڑے پہ سجدہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک بلا حائل پیشانی کا زمین پہ لگانا ضروری ہے،، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:::

"" اپنی پیشانی کو زمین کے ساتھ چمٹاؤ"" ۔۔۔۔۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے عمامے کے پیچ پہ سجدہ کر رہا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنی پیشانی کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا عمامہ بلند کرو۔۔۔۔۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اگر پیشانی زخمی ہو جائے اور اس پہ پٹی کر لی جائے تو اس صورت میں عذر کی بناء پر اس پٹی پہ سجدہ ہو جائے گا۔۔۔۔۔

شوافع کے مذہب کی کتاب ""الحاوی الصغیر"" میں ہے کہ اگر کسی شخص کا محمول یعنی اس کی آستین یا دامن اس شخص کے حرکت کرنے کی وجہ سے حرکت کرے تو اس پہ سجدہ کرنا جائز نہیں ہاں اگر وہ دامن یا آستین اتنی

لمبی ہو کہ اس شخص کے حرکت کرنے کی وجہ سے حرکت نہ کرے تو سجدہ کرنا جائز ہے گویا کہ وہ آستین اور دامن کا کپڑا اپنی لمبائی کی وجہ سے اس شخص سے جدا ہے اور وہ شخص ایسے بندے کے مشابہ ہو گیا جو کسی غیر کے دامن پہ سجدہ کرے۔۔۔۔۔

سوال:::

احناف کے نزدیک عمامے کے پیچ اور زائد کپڑے پہ سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟؟؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

چند احناف کے علاوہ بقیہ کے نزدیک مطلقا بلا کراہت عمامے کے پیچ اور زائد کپڑے پہ سجدہ کرنا جائز ہے۔۔۔

دلائل:::

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عمامے کے پیچ پہ سجدہ کرتے تھے۔۔۔۔

((الفوائد لتمام بن محمد))

((کچھ آئمہ احناف مثلا امام شمنی کے نزدیک عمامے کے پیچ پہ سجدہ کرنا مکروہ ہے،، اور حضرت ابن عمر والی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ضرورت کی بناء پہ اپنے عمامے کے پیچ پر سجدہ کیا تھا))

عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عمامے کے پیچ پہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔

((المعجم الاوسط))

اسی مضمون کی کئی حدیث بقیہ کتب میں بھی وارد ہوئی ہیں۔۔۔

جس طرح عمامے کے پیچ پہ سجدہ کرنا جائز ہے یونہی زائد کپڑے پہ بھی سجدہ کرنا جائز ہے۔۔۔

دلائل:::

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کپڑے میں نماز ادا فرماتے تھے اور اس کپڑے کے زائد حصے سے زمین کی گرمی اور سردی سے بچتے تھے۔۔۔۔

((رواہ ابن ابی شیبہ))

حضرت انس سے روایت ہے کہ ہم سخت گرمی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور جب ہم سے کوئی شخص اپنا

چہرہ زمین پہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا تو اپنا کپڑا بچھا دیتا اور اس پہ سجدہ کرتا۔۔۔۔

((صحیح بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ))

سوال:::

کیا ران پہ سجدہ کرنا جائز ہے؟؟؟

جواب:::

ایک قول یہ ہے کہ ران پہ سجدہ کرنا جائز نہیں اگرچہ عذر پایا جائے،، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ عذر کی بناء پر ران پہ سجدہ کرنا جائز ہے۔۔۔۔

سوال:::

دونوں گھٹنوں پہ سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

عذر پایا جائے یا نہ پایا جائے گھٹنوں پہ سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔۔۔

لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر عذر پایا جائے تو گھٹنوں پہ سجدہ کرنا کفایت کر جائے گا۔۔۔۔۔۔

سوال:::

کیا چھوٹے پتھر پہ سجدہ کرنا جائز ہے؟؟؟

جواب:::

چھوٹے پتھر پہ سجدہ کرنے کی صورت میں اگر پیشانی کا اکثر حصہ زمین پہ لگتا ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا اور اگر پیشانی کا اکثر حصہ زمین پہ نہ لگے تو سجدہ ادا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔

سوال:::

امام احمد بن حنبل کے نزدیک عمامے کے پیچ اور زائد کپڑے پہ سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

حنابلہ کے نزدیک سجدہ کے اعضاء میں سے کسی عضو کو بلا حائل زمین پہ لگانا واجب نہیں ہے۔۔۔

قدموں اور گھٹنوں کے بارے میں اجماع ہے کہ ان کو بلا حائل زمین پہ لگانا واجب نہیں ہے،، ہاتھوں کے بارے میں جمہور کا قول بھی یہی ہے کہ بلا حائل زمین پہ لگانا ضروری نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف

لائے اور بنو عبد الاشہل کی مسجد میں ہمیں نماز پڑھائی،، پس میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اپنے کپڑے میں رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔

پیشانی کو زمین پہ بلا حائل لگانا واجب ہے یا نہیں اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے نزدیک دو صورتیں ہیں:::

(1) پیشانی کو بلا حائل زمین کے ساتھ لگانا واجب ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سخت گرمی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پس ہم سے کوئی ایک سخت گرمی کی وجہ سے سجدے کی جگہ پہ اپنے کپڑے کا کنارہ رکھ لیتا تھا۔۔۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ پیشانی کو بلا حائل زمین پہ لگانا واجب ہے کیونکہ حضرت خباب بن الارت سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی پیشانیوں کے بارے میں سخت گرمی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری شکایت کا ازالہ نہیں فرمایا۔۔۔

سوال:::

کیا فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں اٹھتے ہوئے زمین کا سہارا لینا چاہیے؟؟؟

جواب:::

حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص پہلی دو رکعتوں میں کھڑا ہو تو وہ زمین کا سہارا نہ لے مگر یہ کہ وہ بوڑھا ہو یا((بغیر سہارا لیے اٹھنے کی))طاقت نہ رکھتا ہو۔۔۔۔

((الموضع الرابع))

((الکلام فی جلسۃ الاستراحۃ))

سوال:::

نماز میں جلسہ استراحت کے حوالے سے شوافع کا مؤقف اور دلائل لکھیں۔۔۔

جواب:::

شوافع کہتے ہیں کہ جب نمازی پہلی اور تیسری رکعت میں سجدے سے سر اٹھائے گا تو تھوڑی دیر بیٹھے گا اور پھر آٹا گوندھنے والے کی طرح زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہو گا۔۔۔

دلائل:::

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی طاق رکعت میں کھڑا ہونے سے پہلے ((تھوڑی دیر)) سیدھا بیٹھتے۔۔۔۔

((غایۃ البیان))

ایک اور روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے پھر زمین کا سہارا لیتے ((یعنی زمین کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے))۔۔۔۔

((بخاری،، ابو داؤد، ترمذی، نسائی))

سوال:::

امام احمد بن حنبل جلسہ استراحت کے حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟؟؟

جواب:::

امام احمد سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں۔۔۔

(1) پہلی یہ ہے کہ نمازی جلسہ استراحت نہیں کرے گا دلیل حضرت عمر فاروق، مولا علی، ابن مسعود اور حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے۔۔۔۔

(2) دوسری روایت ہے کہ وہ جلسہ استراحت کرے گا،، اس بات کی دلیل حضرت مالک بن حویرث والی حدیث ہے،، اور جلسہ استراحت کرتے ہوئے اپنے پاؤں پہ یوں بیٹھے گا کہ دونوں سرین زمین سے مل رہی ہوں تاکہ دونوں سجدوں کے درمیان والے جلسے اور جلسہ استراحت میں فرق ہو جائے۔۔۔۔۔۔

سوال:::

احناف اور مالکیہ کے نزدیک جلسہ استراحت کا کیا حکم ہے؟؟؟

جواب:::

احناف اور مالکیہ کے نزدیک جلسہ استراحت نہیں کیا جائے گا بلکہ جیسے ہی مقتدی پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھائے گا تو زمین پہ نہیں بیٹھے گا بلکہ رانوں کا سہارا لے گا اور پاؤں کے اگلے حصے پہ وزن ڈالتے ہوئے کھڑا ہو جائے گا،، ہاں اگر یوں کھڑے ہونے میں مشقت ہو تو زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہو سکتا ہے۔۔۔۔

دلائل:::

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنے دونوں پاؤں کے اگلے حصوں پہ وزن ڈال کر کھڑے ہوتے تھے۔۔۔۔۔

((الھدایہ))

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اہل علم اس پہ عمل کرتے ہیں۔۔۔۔۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے بغیر اپنے دونوں پاؤں کے سہارے کھڑے ہوجاتے تھے۔۔۔۔۔

((ابن ابی شیبہ))

اسی طرح کی روایات حضرت عمر، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے نقل کی گئی ہیں۔۔۔۔

اکابر صحابہ کرام کا بھی اسی بات پہ اتفاق ہے۔۔۔۔

حضرت ابن عمر سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص نماز میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑا ہو۔۔۔۔

((راوہ ابوداؤد))

امام شافعی کی روایت کارد:::

امام شافعی کی روایت حالت کبر پہ محمول کی جائے گی یعنی اگر کوئی شخص بوڑھا ہے اور اس کے لیے سجدے سے ڈائریکٹ سیدھا کھڑا ہونا مشکل ہے تو اسے جلسہ استراحت کی اجازت ہے کہ پہلے وہ زمین پر بیٹھے اور پھر زمین پہ ہاتھ کی ٹیک لگا کر کھڑا ہو جائے۔۔۔۔

((باب التشھد))

((الموضع الاول فی ترجیح العمل بتشھد ابن مسعود علی العمل بتشھد ابن عباس))

سوال:::

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تشہد تحریر کریں۔۔۔۔

جواب:::

حضرت ابن مسعود کی تشہد:::

التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین أشھد ان لا الہ الا وأشھد أن محمدا رسول اللہ۔۔۔

حضرت ابن عباس کی تشہد:::

التحیات المبارکات الصلوات الطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین أشھد أن لا الہ الا اللہ وأشھد أن محمدا رسول اللہ۔۔۔۔۔((لیکن ترمذی کی روایت میں لفظ ""سلام"" یعنی الف لام کے بغیر لکھا گیا ہے))۔۔۔۔

سوال:::

ہدایہ اور اس کی شروحات میں کون سی تشہد کو ترجیح دی گئی ہے اور ترجیح دینے کی وجوہات بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

ہدایہ اور اس کی شروحات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد کو ترجیح دی گئی ہے،،وجوہات ترجیح درج ذیل ہیں:::

(1)حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد میں "أمر" پایا جارہا ہے،، امر کے پائے جانے سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تشہد کو پڑھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن نسائی میں ""فلیقل اور فقولوا"" کے الفاظ آئے ہیں۔۔۔

(2)حضرت ابن مسعود کی تشہد میں لفظ ""السلام ""یعنی الف لام کے ساتھ آیا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشہد جو ترمذی میں بیان ہوئی ہے اس میں ""سلام"" "الف لام کے بغیر ہے،، چونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد میں ""السلام "" آیا ہے اور اس پہ الف لام استغراق کا ہے-----

(3)حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد میں ""واو عطف ""کی زیادتی ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ والی تشہد میں ""واو عطف ""نہیں ہے ،، قسم کی طرح یہ واؤ تجدید کلام کے لیے ہوتی ہے،، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک کی تمام تعریفات کو علیحدہ علیحدہ ایک مستقل تعریف کے طور پر گنا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ واؤ نہیں ہو گی تو تمام تعریفیں ایک ہی تعریف شمار ہوں گی،، اس وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد راجح ہے-----

(4)حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد میں تاکید تعلیم پائی جارہی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو یہ تشہد سکھائی اور یہ تاکید حضرت ابن عباس کی تشہد میں نہیں ہے------

(5) صحاح ستہ کے آئمہ کرام کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد پہ لفظاً اور معنی اتفاق ہے،، ایسا بہت شاذونادر ہی ہوتا ہے،، اسی وجہ سے علماء کا اس بات پہ اجماع ہے کہ یہ اس باب کی صحیح ترین حدیث ہے-----

(6) کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مثلاً حضرت معاویہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اسی طرح کی تشہد مروی ہے------

سوال:::

جب خصیف رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر تشہد کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی تشہد پڑھنے کا حکم دیا؟؟؟

جواب:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"" تم پہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد پڑھنا لازم ہے""------

سوال:::

ہدایہ اور اس کی شروحات میں آنے والی وجوہ ترجیح کے علاوہ مصنف نے کتنی اور کون سی وجوہ ترجیح بیان کی ہیں؟؟؟

جواب:::

ہدایہ اور اس کی شروحات کے علاوہ مصنف نے چار ایسی وجوہات ذکر کی ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی تشہد پہ راجح کرتی ہیں:::

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے مکمل ہونے کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد کے ساتھ معلق کیا،، ثابت ہوا کہ نماز کا مکمل ہونا اس کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔۔۔۔

(2) اس میں اسم جلالت مقدم ہے اور جب ممدوح کا اسم مقدم ہوجائے تو ممدوح متعین ہوجاتا ہے،، جب اس تشہد میں ممدوح یعنی اللہ عزوجل کا نام مقدم کردیا گیا تو پتا چل گیا یہاں اللہ پاک کی تعریف ہو رہی ہے۔۔۔۔

(3) ""التحیات ""عام ہے اور نماز اور اس کے علاوہ کی تمام عبادتوں کو شامل ہے لیکن جب تشہد ابن عباس میں ""الصلوات ""کو ""واؤ"" کے بغیر ذکر کیا تو وہاں سے صرف نماز مراد لیا جائے گا ((کہنا یہ چاہ

رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد میں عموم پایا جارہا ہے جبکہ حضرت ابن عباس والی تشہد میں عموم نہیں ہے

))-----

(4)حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد میں ""واؤ کو ذکر کیا گیا ہے تو یہ ثناء کے مشابہ ہوگئی جو نماز کے شروع میں پڑھی جاتی ہے((جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی تشہد میں ""واؤ"" نہیں ہے))------

سوال:::

بعض علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشہد میں وجوہات ترجیح کو ذکر کیا ہے،،ان کو تحریر کریں اور ان کا رد بھی کردیں----

جواب:::

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشہد میں چار وجوہات ترجیح ذکر کی گئی ہیں،،وہ چاروں رد کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں:::

(1)حضرت ابن عباس کی تشہد میں کلمہ ""المبارکات"" زائد ہے اور یہ کلمہ حضرت ابن مسعود کی تشہد میں نہیں ہے---

ردیہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی تشہد میں واوعاطفہ بھی زائد ہیں اور الف لام بھی زائد ہے اس کے علاوہ کلمہ شہادت میں لفظ ""عبدہ"" بھی زائد ہے اور عبودیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے خاص صفت ہے،، جب ایک شخص نے ""اشھد اَن محمدا رسولہ وعبدہ"" کہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ""میں اللہ کا رسول ہونے سے پہلے اس کا بندہ ہوں،، لہذا یوں کہو اَشھد اَن محمدا عبدہ ورسولہ ""--------

(2) قرآن کریم میں لفظ ""مبارکۃ"" ذکر ہوا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی تشہد میں بھی یہ لفظ ہے لہذا یہ تشہد قرآن کے زیادہ موافق ہے-----

اس وجہ ترجیح کا جواب یہ ہے کہ یہاں قرآن کی موافقت نہ کرنا اولی ہے کیونکہ جس طرح رکوع وسجود میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح قعدہ میں بھی مکروہ ہے-----

(3) قرآن کریم میں اکثر جگہ پہ تسلیمات کو الف لام کے بغیر ذکر کیا گیا ہے مثلا::: سلم علیکم طبتم، قالوا سلما، وسلم علی المرسلین وغیرہ،، اور حضرت ابن عباس کی تشہد میں بھی الف لام نہیں ہے-----

اس کے دو جواب ہیں،، ایک جواب تو وہی ہے کہ یہاں قرآن کی موافقت نہ کرنا اولی ہے اور دوسرا جواب ہے کہ اللہ پاک نے تسلیمات کو الف لام کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے مثلا:::والسلم علی من اتبع الھدی،والسلم علی یوم ولدت ویوم أموت ویوم أبعث حیا۔۔۔۔۔

(4)حضرت ابن عباس متأخرین صحابہ میں سے ہیں لہذا ان کی تشہد کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ انہوں نے وہ تشہد نقل کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر میں پڑھا کرتے تھے پس ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس والی تشہد حضرت ابن مسعود کی تشہد کے لیے ناسخ ہے۔۔۔۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو صحابی متأخرین میں ہوں ان کی روایت متقدمین صحابہ کی روایت کو منسوخ کردے،، حضرت ابن مسعود ہجرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حضرت ابن عباس سے مقدم رہے ہیں لہذا انہی کی تشہد کو ترجیح ملے گی اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان بھی ہے"" میں اپنی امت کے لیے اس چیز پہ راضی ہوں جس پہ ابن ام عبد((یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ))راضی ہیں۔۔۔۔۔

سوال:::

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کس تشہد کو ترجیح دیتے ہیں؟؟؟

جواب:::

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک مختار مذہب یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی تشہد کو ترجیح دی جائے گی لیکن اگر اس کے علاوہ کسی نے کوئی دوسری تشہد نماز میں پڑھ لی تب بھی جائز ہوگا۔۔۔ حضرت ابن مسعود کی تشہد کو اختیار کرنے کی وجہ امام احمد کے نزدیک شیخین کا اس پہ اتفاق ہونا اور اکثر اہل علم کا عمل کرنا ہے۔۔۔۔۔

سوال:::

امام مالک کے نزدیک کون سی تشہد مختار ہے؟؟؟

جواب:::

امام مالک کے مذہب کے بارے میں رسالہ ابن ابی زید لکھا گیا ہے،، اس میں حضرت عمر والی تشہد مذکور ہے۔۔۔

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ سارا اختلاف فضیلت میں ہے یعنی کون سی تشہد زیادہ افضل ہے،، جبکہ ان میں سے کوئی تشہد پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی۔۔۔۔

((باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

سوال:::

درود پاک پڑھنے کے فضائل بیان کریں۔۔۔۔

جواب:::

درود پاک کے کثیر فضائل ہیں،، چند ایک احادیث درج ذیل ہیں:::

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے مجھ پہ سب سے زیادہ درود پڑھا ہوگا۔۔۔۔

((اخرجہ الترمذی))

(2) پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے::: جس نے کہا"" اللھم صل علی محمد وانزلہ المقعد المقرب ((عندک)) یوم القیامہ"" اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔۔۔۔

((کنز العمال،، المعجم الکبیر))

(3) اللہ پاک کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"" جس نے ایک دن میں مجھ پہ سو مرتبہ درود پڑھا

اللہ پاک اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا،، ان میں سے ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی ہوں گی""۔۔۔۔۔

((کنز العمال))

(4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"" تم میں سے قیامت کی دن اس کی ہولناکیوں اور سختیوں سے جلد نجات پانے والا وہ شخص ہو گا جس نے دنیا میں مجھ پہ زیادہ درود پڑھا ہو گا۔۔۔۔۔

((رواہ الدیلمی))

(5) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے"" اللہ پاک کا ایک فرشتہ ہے جسے اس نے بندوں کو سننے کی طاقت عطا کی ہے،، پس جو شخص مجھ پہ درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھ تک پہنچا دیتا ہے اور میں نے اپنے رب سے عرض کی ہے کہ جو بندہ مجھ پہ درود پڑھے تو وہ ((یعنی میرا رب)) اس پہ دس رحمتیں بھیجے""۔۔۔۔

((رواہ الطبرانی))

سوال:::

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک سن کر درود نہ پڑھے اس کے بارے کون سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں؟؟؟

جواب:::

(1)اللہ پاک کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جفاء میں سے ہے کہ میرا ذکر کسی کے پاس ہو اور وہ مجھ پہ درود نہ پڑھے""------

((رواہ عبد الرزاق))

(2)حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا""جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پہ درود نہ پڑھا تو وہ بدبخت ہو گیا""------

((کنز العمال))

(3)حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کا فرمان ہے""جو مجھ پہ درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا""------

((سنن ابن ماجہ))

سوال:::

کیا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پہ بھی درود پاک پڑھنا چاہیے؟؟؟

جواب:::

جی ہاں،، چنانچہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ""اللہ کے انبیاء اور رسولوں پہ درود پڑھو بے شک اللہ نے جس طرح مجھے مبعوث فرمایا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث فرمایا ہے""۔۔۔۔

((رواہ البیہقی))

سوال:::

کتاب میں درود پاک لکھنے کی فضیلت بیان کریں۔۔۔

جواب:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ""جس نے کتاب میں مجھ پہ درود پڑھا ((یعنی کتاب میں درود لکھا)) تو جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا تب تک فرشتے اس ((لکھنے والے)) کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے""۔۔۔۔۔

((رواہ الطبرانی))

سوال:::

کن اوقات میں درود پاک نہیں پڑھنا چاہیے؟؟؟

جواب:::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"" تین مواقع پہ میرا ذکر نہ کرو(1) چھینک کے وقت (2) ذبح کے وقت (3) اور تعجب کے وقت""۔۔۔۔۔۔۔

((کنز العمال))